رشید احمد صدیقی

بیسویں صدی کے مشہور ناقد اور مزاح نگار رشید احمد صدیقی ۲۴؍دسمبر ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ان کی جائے پیدائش ضلع جون پور، اتر پردیش ہے۔ابتدائی تعلیم جون پور میں حاصل کی۔انھوں نے علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں بھی تعلیم حاصل کی اور وہیں ۱۹۲۲ء میں شعبۂ اردو میں استاذ مقرر ہو گئے۔اور پھر اپنے ریٹائرمنٹ تک اس شعبہ کے صدر رہے۔وہ علی گڑھ کا نمائندہ اور ترجمان کہے جاتے ہیں۔

بچپن میں جسمانی طور پر بے حد نحیف اور کمزور دکھنے والے رشید احمد صدیقی بیسویں صدی کے اہم انشا پرداز اور ممتاز مزاح نگار یقین کیے جاتے ہیں۔وہ صرف مزاحیہ نثر نگار اور انشا پرداز ہی نہیں، تاثراتی تنقید بھی لکھتے تھے۔وہ صرف ایک ادیب اور ایک فرد نہیں، ایک تہذیب، ایک انجمن اور ایک مستقل کلچر کا نام ہیں۔علی گڑھ کی تہذیب لطیف کے وہ منفرد اور قابل فخر نمائندہ اور مبلغ تھے۔مزاح کی دنیا میں بہت سے نام آتے ہیں، فرحت اللہ بیگ، حسن نظامی، پطرس بخاری، شوکت تھانوی، مجتبیٰ حسن وغیرہ، مگر ان کے طنز اور مزاح کی دنیا سب سے الگ ہے۔

جون پور کے رہنے والے رشید احمد صدیقی کے جد اعلیٰ تو حضرت پیر زکریا تھے، جو ستر ہویں صدی میں تبلیغ دین کی غرض سے ہندستان وارد ہوئے تھے۔عجب اتفاق ہے کہ ان کی اولاد میں بیشتر فوجی ہوئے اور قوم و ملک کی خدمت میں لگے رہے۔رشید احمد کے والد کا نام عبدالقدیر تھا، جو پولس کے محکمہ سے وابستہ تھے اور ایک زمانہ تک ملیار اور غازی پور میں اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔یہ اپنی نیکی اور دیانت داری اور امانت وتقوی کے حوالے سے بہت مشہور تھے۔نہ صرف صوم وصلاۃ کے بے حد پابند تھے، بلکہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادابادی کے حلقۂ ارادت میں بھی شامل رہے تھے۔رشید احمد صدیقی عبدالقدیر کی چوتھی اولاد تھے۔

رشید احمد صدیقی سرسید، غالب اور شبلی کو اپنا پیش رو یقین کرتے تھے۔انھوں نے سجاد انصاری، مولانا آزاد اور ڈاکٹر ذاکر حسین کی شخصیت سے بھی اثر و تاثر قبول کیا تھا۔اپنے معاصرین واقران میں بہت سے ادبا سے متاثر تھے۔جہاں انھوں نے دوسروں کے اثرات کو اپنے فن میں جذب کیا وہیں ان کی تحریر اور ان کے اسلوب وادا سے ان کے بہت سے شاگرد بھی متاثر نظر آتے ہیں۔ان کے انداز بیان کی ہر کسی نے نقل کی۔آل احمد سرور، خورشید الاسلام اور قاضی عبدالستار کی تحریروں پر رشید احمد صدیقی کے لہجے اور اسلوب کی بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔

ان کی تحریروں میں عجب قسم کی خوش نما اور لطیف مزاح کی چاشنی ملتی ہے۔ان کے یہاں طنز و مزاح میں بھی ایک قسم کا رکھ رکھاؤ ہے، ان کے یہاں ابتذال اور پھکڑ پن نہیں۔الفاظ اور اسلوب تحریر پر یکساں گرفت رکھتے ہیں۔انھوں نے کسی کی تضحیک وتوہین کرتے ہوئے بھی اپنی تحریروں میں تلخی اور زہرناکی پیدا نہیں ہونے دی۔رمز وکنایہ کے لباس میں زیر لب تبسم کی تحریک دینا اور قاری کو اندر سے گدگدانا ان کی مزاحیہ تحریروں کا امتیاز ہے۔انھوں نے اپنی تحریروں میں علی گڑھ کے تہذیبی وثقافتی نقوش کو اجاگر کر کے لبوں پر مسکراہٹ کا جادو جگا کر قوم کو بیدار کرنے کا کام لیا۔انھوں نے صرف شعری وادبی موضوعات کو ہی مس نہیں کیا، بلکہ تاریخ وسیاست سے بھی مس اور لگاؤ رکھا۔ان کی تحریروں کو جن خصائص وامتیازات کی وجہ سے انفراد کا درجہ واعتبار حاصل ہے، ان میں صنعت تجنیس، قول محال کا استعمال خاص طور پر قابل ذکر ہے۔وہ اکثر اپنی انشائی تحریروں میں صیغۂ واحد متکلم کا سہارا لیتے ہیں۔انھوں نے اپنی تحریروں میں عربی فارسی کے فقروں، محاوروں اور کہاوتوں کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

پروفیسر محمد حسن نے رشید احمد صدیقی کی مزاحیہ تحریروں کی تین نمایاں خصوصیات شمار کرائی ہیں۔پہلا وصف جون پور اور اس کے اطراف کی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

قصباتی زندگی ہے، جس میں دہلی اور لکھنؤ کی تہذیبی خوشبو بھی بکھری ہوئی ہے۔ دوسرا اہم عنصر علی گڑھ اور علی گڑھ کی اقامتی زندگی ہے۔ تیسرا اہم عنصر انگریزی کے صاحب طرز انشاپردازوں تک ان کی رسائی ہے، جس کے ذریعے انھوں نے اظہار خیال کے نئے پیرایے سیکھے۔ علی گڑھ اور اپنی مزاحیہ انشاپردازی کے تعلق سے وہ خود لکھتے ہیں:

> ''طنز و مزاح کی میری ابتدائی مشق کچی بارک اور ڈائننگ ہال سے شروع ہوئی۔ یہی کچی بارک اور ڈائننگ ہال علی گڑھ سے باہر کہیں نصیب ہوئے ہوتے تو کچھ تعجب نہیں کہ طبیعت یا طنز و ظرافت کی طرف ہی مائل نہ ہوتی یا پھر ان کا وہ انداز میسر نہ آتا جو یہاں آیا۔'' (آشفتہ بیانی میری، ص:۱۲۸)

ان کی کتابوں کی فہرست درج ذیل ہے:

طنزیات و مضحکات، مضامین رشید، خنداں، سہیل کی سرگزشت، گنج ہائے گرانمایہ، ذاکر صاحب، ہمارے ذاکر صاحب، جدید غزل، شیخ نیازی، آشفتہ بیانی میری، ہم نفسان رفتہ، عزیزان ندوہ کے نام، علی گڑھ کی مسجد قرطبہ، غالب کی شخصیت اور شاعری، علی گڑھ: ماضی اور حال وغیرہ۔

انھیں بہت سے حکومتی اور غیر حکومتی انعام اور اعزاز سے بھی سرفراز کیا گیا۔ نہ صرف انہیں اردو اکادمیوں کی طرف سے پذیرائی ملی اور اہم ایوارڈ ساہتیہ اکادمی انعام بھی ملا، بلکہ پدم شری سے بھی نوازا گیا۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں اپنی الگ روش بنائی۔ وہ سب سے ہٹ کر چلے۔ اسی لیے انھیں ممتاز مزاح نگار کا درجہ حاصل ہے۔ وہاب اشرفی لکھتے ہیں:

> ''میرا ذاتی خیال ہے کہ رشید احمد صدیقی نے جان بوجھ کر اپنی ایک الگ روش بنائی۔ انہوں نے سرشار کے رنگ کے مزاح نگار ہونے کی بھی کوشش نہیں کی نہ تو وہ فرحت اللہ بیگ کی صف میں آنا چاہتے تھے۔ دراصل ان کا مرکزی نکتہ ایسا مزاح اور طنز پیدا کرنا تھا جو تمدنی کوائف کو سامنے لا سکے اور ساتھ ساتھ شخصی حیثیتوں کو بھی۔ اسی لئے ان کے یہاں ویسا شوخ لہجہ نہیں جو حسن نظامی کی پہچان بناتا ہے۔'' (تاریخ ادب اردو، ج:۱، ص:۵۹۲-۵۹۳)

اور ۱۹۷۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔

Dr Abrar Ahmad

Dept of Urdu

BM College, Rahika, Madhubani

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.